Fikr-o-Nasar (Islamabad) 6:10 (1969)

قسط نمبر ۳

تجارتِ عرب قبل از اسلام

ضیاء الحق فیلو ادارۂ تحقیقات اسلامی

(اس مضمون کی دوسری قسط فروری ۶۸ء کے فکر و نظر میں شائع ہوئی)

پہلی دو قسطوں میں عرب قبل از اسلام میں ایک تجارتی نظام کے بروئے کار لانے والے معاشی اور مذہبی عوامل پر بحث کی گئی ہے۔ پورے جزیرۂ عرب میں سال بھر میں مختلف مقامات پر منڈیاں لگتی تھیں، جہاں دور دراز سے عرب اور غیر عرب تاجر پہنچتے تھے۔ اس تجارتی نظام سے بالخصوص قریش نے فائدہ اٹھایا اور تجارتی قیادت کے ساتھ ساتھ ایک طرح کی سیاسی قیادت بھی انہیں حاصل ہو گئی۔ اس ضمن میں حرمِ کعبہ سے اہل عرب کی عقیدت سے قریش کو بڑی مدد ملی اور وہ پُر امن طریقے سے جزیرہ عرب کے ہر حصہ میں تجارتی سامان لے کر پہنچ جاتے تھے

(مدیر)

قبل از اسلام عرب کی معاشی تاریخ کے ابتدائی دور ہی سے اہل قریش دلال (MIDDLEMAN) کی حیثیت سے ممتاز ہو گئے تھے۔ اس پر تفصیل سے بحث ہو چکی ہے۔ یہ تجارت ایک لحاظ سے مکہ کی ایک مستقل خصوصیت ہو گئی تھی۔ اہل مکہ کی ثروت اسی تجارت کے ارتقاء کا ایک لازمی نتیجہ تھی۔ تجارت کی وسعت، اشیاء کے بین الاقوامی مبادلے اور عربوں کی خصوصی تجارتی حکمت عملی آخر برگ و بار لائی اور دولت کثرت سے عرب تاجروں کے ہاتھ میں جمع ہونے لگی۔ اس کے عرب کی معاشی زندگی پر دُور رس اثرات پڑے بنظر غائر دیکھا جائے تو اس معاشی تبدیلی میں تجارتی معاہدوں کا حصہ کچھ کم نہ تھا۔ درحقیقت عرب کی معاشی تاریخ میں ان معاہدوں کا اثر بہت نمایاں ہے

عرب تاجروں کی کوششیں صرف منڈیوں کے حصول، ان کی بقاء، نئے معاہدوں کی جستجو اور تجارتی محصول بچانے تک محدود نہ تھیں بلکہ بیرونی منڈیوں سے استفادے کی خاطر بعض اوقات وہ اپنی آزادی کو بھی خطرے میں ڈالنے سے گریز نہ کرتے تھے۔ عثمان بن حویرث بن اسد بن عبد العزیٰ ایک تجارتی کارواں لے کر

روانہ ہوا۔ وہ قریش کا بادشاہ بننے کی خواہش رکھتا تھا۔ اپنے ہمعصروں میں وہ ذہین اور چالاک شخص تھا قیصر کے علاقے میں پہنچنے کے بعد وہ کاروبار کے لئے مناسب منڈی کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ عربوں کی اکثر منڈیاں قیصر کے علاقے (شام) میں تھیں۔ اس نے قیصر کو مکہّ کے بارے میں ضروری اطلاعات بہم پہنچائیں اور اسے مکہّ پر قبضہ کرنے کی رغبت دلائی۔ قیصر نے اسے اہلِ مکہّ کا حکمران بنا کر بھیجا۔ جب عثمان قریش کے پاس پہنچا تو انہیں اس طرح خطاب کیا "اے میری قوم! قیصر نے مجھے تمہارا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور تم جانتے ہو کہ اس کی منڈیوں میں تم امن سے تجارت کرتے ہو اور اس کی حفاظت میں تم خاطر خواہ منافع کماتے ہو اور میں تمہارا ابن عم ہوں، اور تمہیں میں سے ہوں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں قرظ اور سمن سے بھری ہوئی مشکیں اور مویشیوں کی کھالیں جمع کرکے قیصر کو بھیجتا ہوں۔ اگر تم میری سیادت پر راضی نہ ہوئے تو مجھے ڈر ہے کہ قیصر تم پر شامی منڈیوں کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دے گا اور تم تجارت کرنے کے قابل نہ رہو گے اور تم تجارت کرنے کے قابل نہ رہو گے اور دوسرے تم جو نفیس اشیاء شام سے درآمد کرتے ہو ان کا سلسلہ تم سے منقطع ہو جائے گا۔

ابن ہشام، ابن حبیب، ابن جریر طبری اور البلاذری میں عربوں کے ایلاف یعنی تجارتی معاہدوں، منڈیوں اور دیگر تجارتی سرگرمیوں کے بارے میں تفصیلی اقتباسات ملتے ہیں۔ ابن حبیب (کتاب المحبر) سرکردہ قریشی تاجروں کو اصحاب الایلاف کے نام سے موسوم کرتا ہے۔ انہیں قریشی تاجروں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے قریش کو ناموری اور عزت بخشی اور ان کے غرباء کو خوش حالی کی دولت عطا کی۔ ان تاجروں نے تجارتی معاہدے کئے۔ یہ عبد مناف کے بیٹے ہاشم، عبد شمس، المطلب اور نوفل تھے۔ ہاشم شام کی منڈیوں کو تجارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ ان کا انتقال غزّہ (فلسطین) میں ہوا۔ یہ پہلے تاجر تھے، جنہوں نے دو تجارتی سفروں کی طرح ڈالی۔ عبد شمس حبشہ کی منڈیوں کو جاتے تھے۔ ان کا انتقال مکہ میں ہوا۔ عبد المطلب تجارت کا مال یمن لے جایا کرتے تھے۔ وہ ردمان کے مقام میں فوت ہوئے۔ نوفل تجارتی کارواں لے کر سرزمین عراق جاتے تھے۔ ان کا انتقال سلمان میں ہوا۔ تجارتی کاروانوں کی رہنمائی اور سیادت قریشی تاجروں کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔ یہ سردار حکمرانوں اور قبائلی سرداروں سے معاہدے کرتے اور ان سے مراعات لیتے۔ یہ سب قریش کے قائدین تجارت تھے۔ اور انہیں کی بدولت قریشیوں کو دولت اور خوش حالی نصیب ہوئی تھی [۵۲]

طبری کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عبد مناف کے بیٹوں نے عِصَم (واحد عِصْمَۃ) حفاظت اور امن کے معاہدے قریشیوں کے لئے کئے۔ اسی لئے ان کے لئے یہ ممکن ہوا کہ اپنا مال لیکر شام، ابی سینیا، عراق، ایران اور یمن کی منڈیوں میں جائیں۔ بعد ازاں اس تجارت کی توسیع اور فروغ کی بنا پر وہ معاشی قوت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

چنانچہ ان سرداران قریش کو المجبّرون یعنی (تجارت) بحال کرنے والے کہا گیا ہے ۵۳؎

جزیرہ نما عرب کے تجارتی راستے

تجارتی معاہدوں کے علاوہ جس دوسرے عامل نے عرب کی تجارت پر گہرا اثر ڈالا۔ اور عربوں کی معاشی زندگی کے خطوط متعین کئے۔ وہ جزیرۃ العرب کی تجارتی شاہراہیں تھیں۔ ان کی حیثیت انسانی جسم کی رگوں کی سی تھی۔ ان کے ذریعے ایک علاقے کا مال دوسرے علاقوں میں جاتا تھا۔ تجارت اور معیشت کا تمام تر نظام ان شاہراہوں سے اسی طرح متاثر ہوتا تھا جس طرح کہ یہ تجارت عربوں کی مروجہ تکنیک پیداوار کے طریقوں اور لوگوں کی احتیاجات کی تبدیلی سے متاثر ہو سکتی تھی۔ پورے عرب میں ان راستوں کا جال سا بچھا ہوا تھا۔ خصوصاً یہ ساحل سمندر کے قریب کے علاقوں اور نخلستانوں سے گزرتے تھے جیسا کہ منڈیوں کے ذیل میں اس سے پہلے ان کا کچھ ذکر آچکا ہے۔

یہ تجارتی راستے ایک طرف تو تمام تجارتی مراکز کو باہم مربوط رکھتے تھے۔ اور دوسرے یہ ایشیا، افریقہ اور یورپ کے تجارتی راستوں سے منسلک تھے۔ ان میں اہم ترین راستہ "شاہراہ لبان" INCENSE ROAD تھا جو عرب کے جنوب سے ہوتا ہوا شمال کو جاتا تھا۔ اس کی بعض شاخیں مغربی ساحل کی بندرگاہوں تک جاتی تھیں۔ مکہ اور یثرب اسی راستے پر واقع تھے۔ یہ راستہ شمال میں بحیرہ روم کی بندرگاہوں تک چلا جاتا تھا۔ یہاں سے ایک شاخ دمشق کو اور دوسری افریقہ کو جاتی تھی۔ بحیرہ احمر کی بیاض کا مصنف اس سلسلے میں لکھتا ہے کہ عرب میں ایک اور بندرگاہ بھی ہے، جو مانند ایک قلعے کے ہے۔ اسے قریہ بیضاء کہتے ہیں (جو مدینہ کے شمال مغرب میں الحوراء کے قریب تھی)۔ یہاں سے ایک راستہ بطرا (PETRA) کو جاتا ہے، جو نبطیوں کے بادشاہ یعنی مَلِک (MALICHUS) کے علاقے میں ہے۔ اس زمانے میں (یعنی پہلی صدی عیسوی میں) بطرا اور اس سے متصل شام کا علاقہ نبطیوں کے قبضہ میں تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ قدیم سے یہ علاقہ تجارتی لحاظ سے بہت اہم تھا۔ یہ یونانی سیاح مزید لکھتا ہے کہ بطرا کی حیثیت ایک منڈی کی سی ہے، جہاں جزیرۃ العرب سے جہاز آتے ہیں۔ ایک مستقل فوجی دستہ یہاں رہتا ہے۔ اور جو سامان یہاں درآمد ہوتا ہے اس پر پچیس فیصد محصول لگتا ہے ۵۴؎ ایک اور اہم تجارتی راستہ عدن سے ہجر البحرین کو جاتا تھا۔ صنعاء، معارب، المشقر اور ہجر اسی پر واقع تھے۔ بطرا سے بھی ایک راستہ ہجر آتا تھا۔ مکے سے ایک چھوٹا راستہ یثرب، خیبر اور حجر الیمامۃ سے ہوتا ہوا دومۃ الجندل، بصریٰ، اذرعات اور دیر ایوب کی منڈیوں تک جاتا تھا۔ ہم یہ بتا چکے ہیں کہ ان تجارتی راستوں پر واقع منڈیوں کا ارتقاء کس طرح ہوا۔ اور کس طرح یہ ایک نظام کی شکل اختیار کر گئیں۔ مشرق و مغرب کے ان تجارتی تعلقات کے ارتقاء میں کئی صدیاں لگیں۔ ازمنہ قدیم

سے فینیقی، شامی اور جزیرہ نما کے عرب تینوں برِ اعظموں کی تجارت کے نقل و حمل میں مصروف رہے ہیں۔ تمام سامانِ تجارت انہیں راستوں سے گزر کر منڈیوں تک پہنچتا تھا۔ یہ تجارتی راستے معاشی زندگی کی شاہ رگ کے مثل تھے۔ اور معاشی اور سیاسی تفوق و تسلط کا بڑا ذریعہ بن گئے تھے۔

ایسے تاریخی شواہد موجود ہیں، جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ کئی ریاستیں انہیں تجارتی راستوں خصوصاً شاہراہ لبان پر وجود میں آئیں۔ پروفیسر حتّی لکھتے ہیں کہ جنوب کی عرب ریاستوں سے قطع نظر، عرب کے شمالی اور وسطی حصّوں میں اسلام سے قبل چند ریاستیں وجود میں آئیں۔ شمالی عرب کی یہ ریاستیں جنوبی ریاستوں کی طرح اپنی تمام تر قوت تجارت سے حاصل کرتی تھیں۔ ان کی ابتدا عسکری طور پر نہ ہوئی تھیں۔ ان میں قدیم ترین ریاست نبطیوں کی تھی[۵۵] غسان، لخم اور کندہ کی عرب ریاستیں اہم تجارتی راستوں پر واقع ہونے کی وجہ سے تجارتِ عرب کے لئے کلیدی اہمیت رکھتی تھیں۔ ان ریاستوں کے حکمران اور ان کے حلیف قبائل بعض اوقات تجارت کے رُخ کو بدلنے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ اسلام سے کچھ عرصہ قبل شام کی ریاست غسان، جو کہ بزنطینی سلطنت کی باج گزار تھی ایک فاصل ریاست (BUFFER STATE) ثابت ہوئی جو مشرق کے تجارتی راستوں کو عرب قبائل کے حملوں سے محفوظ رکھتی تھی۔

سرمایہ دار تاجر عرب تاجروں نے تجارت کے لئے جو مختلف طریقے اپنائے اور عرب حکمرانوں اور قبائلی شیوخ نے جن خاص تجارتی حکمت عملیوں پر عمل کیا، اس کی وجہ سے تجارتی سرگرمیوں کو خوب عروج ہوا اور اس کے نتیجے میں مختلف اشیاء کے افزائشی عمل کو تقویت ملی۔ پیداوار کے اس تخصّص کے ساتھ مبادلے کے نظام میں بھی خاص تبدیلی آ گئی۔ یہ تخصّص تجارتی اعتبار سے تھا جو عرب کے خاص جغرافیائی حالات میں زیادہ ترقی نہ کر سکا۔

اسلام سے قبل مکہ، عدن اور صنعاء کے تاجروں کو جو دولت و امارت حاصل ہوئی، وہ دراصل جزیرہ نما عرب میں تجارت کے فروغ اور اشیاء کے بین الاقوامی مبادلے کی وجہ سے ہوئی۔ اور جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، عرب کی بیشتر منڈیوں کے تحفظانہ رجحانات اور (MIDDLE MAN'S TRADE) کے نتیجے میں سرمایہ دار تاجروں کا ایک طبقہ ظہور پذیر ہوا، جن کے ہاتھ میں تمام معاشی قوت آ گئی۔ قریشِ مکہ اس کی واضح مثال ہیں۔ ان کا عروج اور تجارت میں تخصّص اور مہارت حاصل کرنا عرب قبل از اسلام کا ایک عظیم معاشی مظہر ہے جب کہ سرمائے کی تجمیع و تکثیر ترقی پذیر تجارتی مراکز کا خاصہ بن گئی۔ اہلِ مکہ کی امارت کا اندازہ ایک روایت سے ہوتا ہے جو واقدی (المتوفی ۲۰۷ھ) نے نقل کی ہے۔ اہلِ مکہ کا ایک تجارتی قافلہ جو شام سے واپس آ رہا تھا، ۶۲۴ء میں بدر کے مقام

پر ایک غزوہ میں روک لیا گیا تھا۔ اسی تجارتی سامان میں جو سرمایہ لگایا گیا تھا، اس کی تفصیل دیتے ہوئے واقدی لکھتے ہیں:۔

"یہ قریشی قافلہ شام پہنچا۔ یہ ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ ان پر بہت کافی سامانِ تجارت تھا۔ مکہ کے ہر قریشی مرد اور عورت نے اپنا تمام سرمایہ اس قافلہ میں لگا دیا تھا حتیٰ کہ ایک مثقال سونا تک اپنے پاس نہیں رکھا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس قافلے میں ۵۰ ہزار دینار کا سامان تھا۔ جو بیشتر سعید ابن العاص ابو اُحیحہ کی ملکیت تھا۔ یہ سرمایہ کاری مضاربت کے اصول پر تھی جس کے مطابق نفع سرمایہ کار اور تاجر کے درمیان جو سامان بذاتِ خود لے جاتا تھا، تقسیم ہوتا تھا۔ بنو مخزوم کے دو سو اونٹ تھے، جن پر چار ہزار مثقال سونے کا سامان تھا۔ الحارث ابن عامر ابن نوفل کے سامان کی قیمت ایک ہزار مثقال سونے کے برابر تھی۔ اور امیہ ابن خلف کا سامان دو ہزار مثقال سونے کا تھا۔ بنو عبد مناف کا سرمایہ سب سے زیادہ تھا۔ ان کے سامان کی قیمت دس ہزار مثقال سونے کے برابر تھی۔ ان کی منڈی شام کے علاقے غزہ میں تھی۔"[56]

اہل مکہ عام طور پر تجارتی ذہنیت رکھتے تھے۔ وہ اپنے تمام سرمائے کو تجارت میں لگا دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ عورتیں بھی کاروبار میں پیچھے نہ رہتی تھیں۔ خدیجہ بنت خویلد مکہ کی ایک تاجر خاتون تھیں جو بہت مال دار تھیں۔ وہ لوگوں کو اجرت پر مال دیتی تھیں جو کہ مضاربت کے اصول پر ہوتا تھا۔ اہل قریش تاجر لوگ تھے[57]

لامنس نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ اس عہد میں کسی دوسرے معاشرے کا تصوّر بہت مشکل ہے جہاں عرب معاشرے سے بڑھ کر سرمائے کو اتنی تیز گردش حاصل ہوگئی ہو۔ عرب تاجر زر کی ذخیرہ اندوزی کا قائل نہ تھا۔ وہ دولت کو مقفل صندوقوں میں بند نہیں کرتا تھا۔ وہ زرِ اعتباری کی حیثیت میں سرمائے کی لامحدود قوتِ پیداوار کا بے حد معتقد تھا۔ دلال اور آڑھتیے یعنی آبادی کی ایک کثیر تعداد کا زرِ اعتباری (CREDIT) پر انحصار تھا۔ کاروبار کے طریقوں میں مضاربت کو ترجیح دی جاتی تھی۔ ...... انہیں اداروں کے ارتقاء کی وجہ سے یہ ممکن ہوگیا تھا کہ معمولی سی معمولی رقم سونے کے ایک دینار کو حتیٰ کہ نش یعنی نصف دینار تک کو تجارت میں لگا دیا جاتا تھا۔ یہ ایک ایسا لچکدار نظام تھا، جس کی بدولت ایک ادنیٰ شخص بھی تجارتی مہموں میں حصّہ لے سکتا تھا۔[58]

جزیرہ نما عرب میں سرمائے اور محنت کو حرکت میں لانے کے لئے ایک اور نیا طریقہ بھی بہت عرصے سے ارتقاء پذیر تھا۔ تجارت کے آغاز میں سرمایہ دار ہی تاجر ہوتا تھا۔ سرمایہ دار تاجر اپنے مال کو خود ہی مختلف منڈیوں تک لے جاتا تھا اور نفع کماتا تھا۔ اس کاروبار کی ترقی پذیر شکل یہ تھی کہ سرمایہ دار اور تاجر اپنی جداگانہ حیثیتوں سے کاروبار میں شریک ہوں۔ یہ حصّہ دار دو قسم کے ہوتے تھے۔ سرمایہ دار جو کہ اپنا سرمایہ تجارتی کاروان میں لگاتا اور سامان دوسری قسم کے حصّہ دار تاجر کے حوالہ کرتا جو اس سامان کو منڈیوں تک لے جاتا اور کاروبار کو انجام دیتا۔ تجارت میں جو

نفع ہوتا، اس کا ایک متعین حصہ اسے مل جاتا۔ سرمایہ دار تاجر کبھی تو اپنے گھر میں ہی رہتا اور تجارتی سامان کو باہر بھیجتا لیکن کبھی وہ خود بھی تجارتی کاروان لے کر جاتا اور دوسرے سرمایہ دار تاجروں کے سامان کو منڈیوں تک پہنچاتا تھا معلوم ہوتا ہے کہ تجارتی کاروبار میں سرمایہ لگانے کا یہ ایک مفید طریقہ ثابت ہوا۔ بعد میں ان سرمایہ دار تاجروں میں پیشہ وارانہ خصوصیات پیدا ہوگئیں اور وہ اپنی دولت کو سرمایہ کاری کے کام میں لگانے لگے۔ تجارتی سامان لے جانے والے تاجر بھی پیشہ وارانہ طور پر تجارتی سامان کو بیرونی منڈیوں میں لے جاتے۔ سامان بیچنے کے بعد جو سرمایہ بہم ہوتا، اس سے دوسری جگہوں کی اشیاء خریدتے اور انہیں اپنے علاقے میں آکر فروخت کرتے اور نفع کماتے۔ یہ نفع سرمایہ دار تاجر اور سامان لے جانے والے تاجر کے درمیان تقسیم ہوتا تھا۔ اس کی کافی مثالیں سیرۃ کی کتب میں آئی ہیں۔ قبل از اسلام کی اس تجارتی تنظیم کو القِراض (یا المقارضہ) کہا جاتا تھا۔ قارَضَ، قَرَضَ کی حالت تفاعلی ہے۔ جس کے معنی ہیں اس نے نفع میں کسی دوسرے کے ساتھ حصہ دار بننے کے لئے سرمایہ لگایا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کو اس شرط پر سرمایہ مہیا کرنا کہ دونوں نفع میں شریک ہوں گے ۵۹

اہل حجاز اس کاروبار کو القراض کہتے تھے جب کہ اہل عراق اسے المضاربۃ یا الضِراب کہتے تھے (ضَرَبَ کے معنی ہیں وہ رزق کی تلاش میں گیا یا تجارتی سفر پر روانہ ہوا) اس کا مطلب ایسی شرکتِ کاروبار ہے، جس میں سرمائے کا مالک ایک تاجر کو اپنا سرمایہ اس شرط پر دے کہ نفع آپس میں ایک متعین صورت میں تقسیم ہوگا۔ ۶۰

غرض القِراض اور المضاربہ ہم معنی ہیں۔ اسلام سے قبل تجارتی تنظیم کی یہ عام اور مروجہ شکل تھی۔ اسی زمانے میں یورپ میں بھی (COMMENDA) کے نام سے اسی قسم کا ادارہ موجود تھا۔ لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اس مماثلت کے باوجود ان دونوں میں کیا تعلق تھا اور ان کا ارتقاء کس طرح ہوا۔ اور یہ کہ دونوں نظاموں میں قدیم ترین کون سا ہے ؟ بہرحال اس تجارتی تنظیم کی بدولت عرب قبل از اسلام میں سرمائے اور محنت کو پیدائش دولت میں محرک اور مجتمع کرنا بہت سہل ہو گیا تھا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے مال تجارت کو اسی مضاربت کے اصول پر بصریٰ کی منڈی میں لے گئے تھے۔ ابن ہشام نے نہایت تفصیل سے اس پر روشنی ڈالی ہے۔ حضرت خدیجہؓ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، مکہ کی ایک ممتاز تاجر خاتون تھیں۔ جو اپنا سرمایہ تاجروں کے حوالے کرتی تھیں اور منافع مضاربت کے تحت تقسیم ہوتا تھا۔ جب آپ نے رسول اکرم صلعم کی صلاحیت، صداقت اور اعلیٰ اخلاق کے متعلق سنا تو آپؐ کو بلا بھیجا اور اپنا سامانِ تجارت شام کی منڈیوں میں فروخت کرنے کے لئے پیش کیا اور یہ وعدہ کیا کہ اب تک جتنا منافع وہ دوسرے تجار کو دیتی رہی ہیں، اس سے زیادہ انہیں دیں گی۔ حضور صلعم نے اس پیش کش کو قبول فرمایا

اور ان کا سامان لے کر شام پہنچے۔ جتنا سامان آپؐ کے ہمراہ تھا، آپؐ نے وہ سب فروخت کر دیا اور جن اشیاء کی ضرورت تھی، وہ لے کر مکہ واپس آئے۔ حضرت خدیجہؓ نے تمام سامان فروخت کر کے سو فی صدی منافع حاصل کیا[۶۱]

اس تجارت میں آغاز ہی سے منافع کا متعین کرنا سرمایہ دار تاجروں کے بہت دُور اندیش اور محتاط ہونے پر دلالت کرتا ہے جو ہر وقت اپنے منافع کی زیادتی، تجارتی قافلوں کی حفاظت اور کامیابی اور ہر نقصان سے بچنے کی کوششوں میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ راستے محفوظ نہ ہوتے تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ تجارتی قافلوں کے غیر محفوظ ہونے اور دوسرے خطرات کے پیش نظر سامان لے جانے والے تاجر مضاربت کے کاروبار کو ترجیح دیتے تھے اور سُودی قرضوں کو ایسی پُرخطر تجارت کے لئے پسند نہ کرتے تھے۔ کیونکہ سُودی کاروبار میں منافع تو ایک طرف رہا، الٹا نقصان کا اندیشہ رہتا ہے۔ لیکن مضاربت کی صورت میں تجارت میں نقصان ہونے کے باوجود مال لے جانے والے تاجر کو اپنی محنت کی اُجرت مل جاتی تھی۔ عام طور پر سرمایہ دار اس کاروبار میں شرائط ضرور لگاتے تھے، جن کی پابندی لازمی ہوتی تھی۔ ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ راستے کس قدر غیر محفوظ ہوتے تھے۔ "حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے روایت ہے کہ جب وہ اپنا سرمایہ مضارب یعنی مال لے جانے والے تاجر کے حوالے کرتے تو تین شرائط عائد کرتے۔ اول یہ کہ اس سامان کو بحری سفر پر نہیں لے جایا جائے گا۔ دوسرے سامان کسی وادی میں نہیں اتارا جائے گا۔ تیسرے اس سرمائے سے جانوروں کا سودا نہیں کیا جائے گا۔ اگر مضاربت کرنے والا یہ شرائط پوری کرنے کی ضمانت دے دیتا تو معاملہ طے ہو جاتا۔ رسول اکرم صلعم تک جب ان معاملات کی خبر پہنچی تو آپ نے ان کو مستحسن قرار دیا[۶۲] ممتاز تاجر حکیم ابن حزامؓ بھی اپنا سرمایہ کاروبار میں لگاتے وقت انہیں شرائط کو عائد کرتے تھے[۶۳]

مختصراً پچھلے صفحات میں ہم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح جغرافیائی اور قدرتی حالات کے تحت جزیرۃ العرب میں اشیاء اور خدمات کی قلت کا مستقل مسئلہ پیدا ہوا جس کے نتیجے میں اشیاء کی نقل وحمل کو تحریک ملی اور عرب شروع ہی سے ممتاز تاجر بن گئے۔ پھر معاشی اور مذہبی عوامل نے ایک تجارتی نظام کے ارتقا میں مدد دی جسے عرب سرمایہ دار تاجروں نے اپنی تجارتی سرگرمیوں سے مزید وسعت اور گہرائی بخشی۔ ان تمام عوامل کی وجہ سے چھٹی صدی عیسوی کے جزیرۃ العرب میں ایک معاشی و معاشرتی تغیر رونما ہوا۔ چنانچہ تقسیم عمل (DIVISION OF LABOUR) کی موجودگی، اشیائے تعیش کی پیداوار اور تجارت اور تحفظانہ رجحانات معیشت کی خاص خصوصیات تھیں جن کی اساس عرب تاجروں نے رکھی تھی۔

تجارت کے ساتھ ساتھ ذاتی ملکیّت کے تصورات اور دولت جمع کرنے کے مواقع کا پیدا ہونا ایک فطری

امر ہے اور دولت کی افزوں تر قوت سے معاشرتی اضطراب کا وجود میں آنا اغلب ہے۔

قرآن مجید کی بہت سی آیات میں مکہ کی ابھرتی ہوئی تاجرانہ ذہن کی مالک سوسائٹی کے نفسی رجحانات کا ذکر آتا ہے، جس سے دولت منداور غریب طبقے کے فرق کی نشان دہی ہوتی ہے۔ عرب کی قدیم معیشت قبائلی اور اجتماعی ملکیت پر استوار تھی، لیکن اب اس معیشت کے درمیان انفرادیت پسند قسم کے تجارتی رجحان کا غلبہ ہو رہا تھا۔ تجارتی معیشت کی بالائی عمارت جو تجارتی مراکز میں استوار ہوئی، ایک لحاظ سے تقسیم عمل و محنت اور طبقات پر استوار ہوئی تھی۔ اس طبقاتی تقسیم کے اثرات قرآن میں بھی ملتے ہیں، جہاں کئی آیات میں تاجر طبقے کی سرمایہ دارانہ ذہنیت پر ملامت کی گئی اور حرصِ دولت، ربوٰا، شراب خوری، جُوا اور استحصال کا سخت الفاظ میں ذکر ہے[۶۴]

حوالہ جات

[۵۱] زبیر ابن بکّار۔ جمھرۃ۔ ص ۴۲۵ تا ۴۲۶ [۵۲] ابن حبیب : ص ۱۶۲ تا ۱۶۳

[۵۳] الطبری: ص ۱۰۸۹۔ اور ملاحظہ ہو، البلاذری: انساب الأشراف۔ جزء ۱۔ (مصر ۱۹۵۹ء) ص ۵۹
ابن ہشام : سیرۃ النبی۔ ج۔ ۱۔ ص ۱۱۴ [۵۴] بحیرہ احمر کی بیاض : ص ۲۹

[۵۵] حتّی: تاریخ عرب ص ۶۷۔ [۵۶] واقدی: کتاب المغازی: جلد اوّل (تحقیق مارسڈن جونز)۔ (لندن ۱۹۶۶) ص ۲۷۔۲۸۔ قریشیوں کی دولت کا اندازہ دوسری روایات سے بھی ہوتا ہے۔ مکہ کے اطراف میں ان کی کافی جائداد تھی جنہیں ہم چھوٹی چھوٹی جاگیریں کہہ سکتے ہیں۔ اسلام سے قبل طائف میں حضرت عباسؓ کے کچھ باغات تھے جہاں سے منقی مکہ لایا جاتا۔ اور زائرین کعبہ کے لئے نبیذ تیار کی جاتی۔ طائف میں اہل قریش کی زمینیں تھیں وہ مکہ سے آتے اور اپنی زمینوں کا انتظام کرتے۔ طائف مکہ ایک نو آبادی بن کر رہ گیا تھا۔ ملاحظہ ہو: بلاذری: فتوح البلدان (لیدن ۱۸۶۶ء) ص ۵۶

[۵۷] ابن ہشام: سیرۃ الرسول ص ۲۰۲۔ الطبری ص ۱۱۲۷

[۵۸] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام۔ جلد سوم (لیدن ۱۹۳۶) مضمون "مکہ" ص ۴۳۷۔ ۴۴۸

[۵۹] ابن منظور۔ لسان العرب۔ جلد دہم۔ ص ۸۳۔ السرخسی : المبسوط۔ جلد ۱۲۔ ص ۱۸

[۶۰] الزرقانی شرح مؤطا امام مالکؒ جلد سوم (مصر ۱۹۵۵) کتاب القراض۔ ص ۳۴۵۔ الشوکانی۔ نیل الاوطار جلد ۵ مصر ۱۹۵۲ء) ص ۲۸۰۔ ۲۸۲

[۶۱] ابن ہشام جلد ۱ ص ۲۰۲ [۶۲] السرخسی المبسوط ص ۱۸۔ [۶۳] الشوکانی ص ۲۸۰، ۲۸۲
[۶۴] قرآن، سورۃ آل عمران ۱۸۰، سورۃ النساء ۳۶، ۳۷ سورۃ الانفال ۳۴۔۳۵ اور سورۃ التکاثر اور سورۃ الماعون